

۱۔ زندگی کے سمندر کی ہر موج ایک جال کی حیثیت رکھتی ہے۔ موج کو جال سے تشبیہ دنیا عام مشاہدہ ہے۔

۲۔ یہ جال ڈوریوں سے تیار نہیں ہوئے، بلکہ سیکرڈوں مگر مچھ منہ کھول کر میٹھ گئے، اس طرح، ان کے حلقوں کے تواتر سے جال تیار ہو گئے۔

۳۔ خطروں اور ہلاکتوں کی یہ کیفیت سامنے رکھ کر وہ سوچتے ہیں کہ ان میں سے گزرتے ہوئے قطروں کو موتی بننا ہے۔

۴۔ قطرہ سمندر سے باہر نکلے گا تو مٹی میں جذب ہو جائے گا۔ اندر ہی رہ کر اسے اوج کمال تک پہنچنا ہے۔

۵۔ ظاہر ہے کہ وہ جب تک خطروں کے مقابلے کے لیے صبر اور اپنے مقصد کے لیے استقامت پیدا نہ کرے گا، منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔

۶۔ مرزا کا کمال یہ ہے کہ خطرات زیادہ سے زیادہ معین شکل میں پیش کر دیے۔ باقی رہا یہ امر کہ عمل ارتقاء میں قطرے پر کون کون سی آفتیں آئیں گی ان کا کوئی تعین نہ کیا اور تعین ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ ہر قطرے کو یکساں حالتیں پیش نہیں آ سکتیں اور ان کا اندازہ ہر پڑھنے والا خطرات پیش نظر رکھتے ہوئے خود کر سکتا ہے۔ حقیقتاً شعر میں یہ عدم تعین بھی لطف اندوزی کا ایک خاص عامل ہے۔

بہ طور خاص غور طلب نکتہ یہ ہے کہ ان تمام خطرات میں نصب العین قطرے کا گوہر بننا ہے، جسے شاعر قطرے کے لیے منتہائے کمال قرار دیتا ہے۔

۳۔ لغات۔ رنگ : حال۔ کیفیت۔

تشریح : عشق کے لیے صبر کے سوا چارہ نہیں اور تمنا بے قرار ہے، یعنی چاہتی ہے کہ ہر مقصد ابھی پورا ہو جائے۔ اب حیران ہوں کہ جگر کا خون ہونے تک دل کا کیا حال کروں؟

تمنا کا مقام دل ہے اور صبر کا مقام جگر اور مرزا نے دل و جگر کے یہ وظیفے